سوال

(1) لڑکی کا نکاح حالتِ صغر میں کرنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ نے اپنی لڑکی کا نکاح حالت صغر میں کر دیا۔ آیا یہ نکاح صحی + ح ہوا یا نہیں ؟ اگر صحیح ہوا تو لڑکی کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہے یا نہیں ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

ان الحکم الااللہ۔ صورت مسئولہ عنھا میں بہ نظر دلائل قویہ مصلہ ذیل کے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نکاح صحیح ہوا 'اور لڑکی بلوغ کے اس نکاح پر راضی رہی تو تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے ۔ اور اگر وہ لڑکینا بالغہ بعد بلوغ کے اس نکاح پر راضی نہ ہو تو اس کو فسخ نکاح کا اختیار ہے ۔

صحت نکاح نا بالغہ کی تحریر اول یہ آیات کریمہ ہے ۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ

وَالّٰٓـِٔى يَئِسنَ مِنَ المَحيضِ مِن نِسائِكُم إِنِ ارتَبتُم فَعِدَّتُهُنَّ ثَلـٰثَةُ أَشهُرٍ وَالّٰٓـِٔى لَم يَحِضنَ ٤ ... سورة الطلاق

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مطلقات کی عدت بیان فرمائی ہے اور انھیں مطلقات میں ان عورتوں کی جواب تک حائض ہوتی ہیں بلکہ نا بالغہ ہیں عدت تین مہینے بیان فرمائی ہے ۔ یہ آیت صحت نکاح نا بالغہ پر نہایت صاف اور واضح دلیل ہے ۔ امام الائمہ محمد بن اسماعیل البخاری نے بھی اپنی صحیح میں اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے ، باب انکاح الرجل ولدہ الصغار لقولہ تعالیٰ واللائی لم یحصن فجعل عدتہا ثلاثۃ اشہر قبل البلوغ انتہی ۔ دوسری استدلال نا بالغہ کی صحت نکاح پر اس آیت کریمہ سے ہے 'قال اللہ تعالیٰ فان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامي فانکحوا ما طاب لکم مثنی وثلث وربع 'الآیۃ یعنی اگر تم لوگوں کو یتیم بچوں سے نکاح کرنے میں یہ خوف ہو کہ ان میں قسط وانصاف نہ کر سکو تو دوسری عورتوں سے کرو جو تمہیں پسند ہوں ۔ دو عورتوں سے ، خواہ تین عورتوں سے ، خواہ چار سے ۔ اس حکم کے مخاطب وہ اولیاء ہیں جن کی تولیت میں ان کا جان ومال ہو۔

اس آیت کریمہ سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ اگر قسط وعدل کا یقین ہو تو ان اولیاء کو نا بالغہ یتیموں سے سے نکاح کرنا درست ہے ۔ پس باپ کا اپنی نا بالغہ ک انکاح کر دینا بدرجہ اولی جائز ہو گا ۔

اس آیت کریمہ میں یہ شبہ کرنا صحیح نہیں ہے کہ " الیتامی " سے مراد وہ یتیم عورتیں ہیں جو اب نا بالغ ہو چکی ہیں ' بدروجہ :

اول اس لیے کہ اولاً شرع میں یتیم کا حقیقتاً اطلاق نابالغ پر ہوتا ہے۔ اور بالغ پر اس کا اطلاق مجاز آ ہے۔ پس جب تک معنی حقیقی ممتنع نہ ہو مجازی معنی نہیں لیا جاسکتا ہے۔ وقال شیخ شیخنا العلامۃ الالوي في تفسيرہ روح المعاني : وفي الاية دليل لجواز النكاح اليتيمة وهي الصغيرة اذ يقتضي جوازہ الاعند خوف الجور انتهى.

ثانیاً عام عورتوں سے نکاح کرنے میں عدل نہ ہونے کا خوف ہو تو اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے علیحدہ کرکے اسی کو بیان فرمایا ہے۔ بقولہ :

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ ۳ ... سورۃ النساء

اس سے معلوم ہوا کہ سابق الذکر حکم صرف ان نابالغہ لڑکیوں کا ہے جو شرعاً یتیم کا اطلاق صحیح ہے۔

تیسری دلیل صحت نکاح نابالغہ کی یہ ہے کہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

ن النبي صلى الله عليه وسلم تزوجها وهي بنت ست سنين وادخلت عليه وهي بنت تسع سنين ومكث عندها تسعاً وفي» رواية البخاري : ان النبي صلى الله عليه وسلم عائشة ابن ابي بكر فقال له ابو بكر : انما انا اخوك ' فقال : انت اخي في دين الله وكتابه ' وهي حوان وهي حلال انتهى

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نابالغہ لڑکی کا نکاح اگر باپ کردے تو صحیح ہے، اس واقعہ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکہ معظمہ کا ہے اور صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان النبي صلى الله عليه وسلم قال : لا تنكح الايم حتى تستامر ' ولا تنكح حتى تستاذن ' انتهى ' اور یہ حدیث مدنی ہے ' پس حضرت عائشہ کا واقعہ قبل ورود الامر بالاستیذان پر محمول ہوگا۔ اور حدیث نہی علی حالہ باقی رہے گی۔ کما ذکرہ الامام الحافظ ابن حجر فی فتح الباری ' وتبعہ العلامۃ الشوکانی فی النیل۔

لیکن یہ احتمال مخدوش ہے اور حدیث ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے خلاف واقعہ نکاح حضرت عائشہ کے عدم صحت نکاح نابالغہ پر استدلال لانا صحیح نہیں ہے بوجہ :

اول یہ کہ اگرچہ نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں ہوا ہے لیکن مسئلہ مبحوث عنہا یعنی صحت نکاح نابالغہ کی تائید سورۃ نساء کی تائید کی آیت : فان خفتم الا تقسطوا " اور سورۃ طلاق کی آیت : والائی یئسن من المحيض " سے ہوتی ہے اور وہ دونوں سورۃ مدنیہ ہے

دوم یہ کہ حدیث ابوہریرۃ میں اگر " لا ینکح " کا مفہوم عدم صحت نکاح لیا جائے تو کل نکاح بصورت عدم استمار اور عدم استیذان کے فاسد و باطل ٹھہرے گا۔ حالانکہ احادیث صحیحہ سے چند واقعات ایسے ثابت ہیں کہ عورتوں کا نکاح ان کے اولیاء نے بغیر اذن بلکہ خلاف مرضی ان کے کردیا تھا ' اس کو رسول اللہ ﷺ نے فاسد و باطل نہیں کیا ' بلکہ عورت کو اختیار دیا کہ نکاح باقی رکھے یا فسخ کردے۔ کما احمد ابوداؤد ابن ماجہ والدارقطنی عن ابن عباس ان جاریۃ بکرا اتت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت ان اباها زوجها وهي كارهة ' فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم وهذا الحديث قوي الاسناد ليس فيه علة قادحة كما حققته في عون المعبود شرح سنن ابي داود واخرج ابن ماجه والنسائى واحمد عن عبدالله بن بريدة عن ابيه قال : جاءت فتاة الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت : ان ابي زوجني ابن اخيه ليرفع بي خسيسه ' قال : فجعل الامر اليها ' فقالت : قد اجزت ما صنع ابي ولكن اردت ان اعلم النساء ان ليس الى الاباء من الامر شئ انتهى ' واسناد حديث ابن ماجه صحيح ' واسناد النسائى حسن وقال الشوكانى فى النيل : اخرجه ابن ماجه باسناد درجاله رجال الصحيح ' وقال العلامة احمد بن ابى بكر البوصيري تلميذ الحافظ ابن حجر فى كتاب زوائد ابن ماجه على الكتب الخمسة : اسناد صحيح۔ ان روایات صحیحہ سے ثابت ہوا کہ صرف عدم استمساء وعدم استئذان مفسد و مبطل نکاح نہیں ہے بلکہ نکاح صحیح ہوجاتا ہے اور اس کے جواز و فسخ کا اختیار عورت کو ہے۔

چوتھا استدلال صحت نکاح نابالغہ پر اس حدیث سے ہے ' : عن ابن عباس : قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : الثيب احق بنفسها من وليها والبكر تستاذن فى نفسها ' واذنها حماتها ' رواه مسلم واصحاب السنن

اس حدیث سے ائمہ مالک وشافعی واحمد ولیث وابن ابی لیلی واسحاق بن راہویہ نے اس امر پر احتجاج کیا ہے کہ باپ بغیر اذن حاصل کیے ہوئے لڑکی کا نکاح کردے سکتا ہے، اور یہ احتجاج نہایت صحیح اور قابل تسلیم ہے۔ وان ردہ العلامۃ الشوکانی وجہ استدلال یہ ہے کہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ (لانکاح الا بولی) اور ایک روایت میں یوں ہے کہ (ایما امرآۃ

نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل۔۔۔الخ) اور پھر روایت مذکورہ ابن عباس میں یہ لفظ ہے (الثیب احق بنفسھا من ولیھا 'والبکر تستاذن فی نفسھا) پس ان روایات کو جمع کرنے سے دو بات ثابت ہوئیں۔ایک یہ کہ عورتوں کے نکاح میں ولی کو بھی حق حاصل ہے اور عورت کو بھی حق حاصل ہے۔نہ عورت بغیر اذان واطلاع ولی کے اپنا نکاح آپ کرلینے کی مجاز ہے کہ فتنہ وفساد لا دروازہ کھل جائے اور نہ ولی کو خلاف مرضی اوراجازت عورت کے نکاح کردینے کا حق ہے کہ ظلم وتعدی کا راستہ جاری ہوجاوے۔دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ دونوں حق یعنی عورتوں کا حق ثیب اور بکر میں یکساں اور مساوی نہیں ہے۔بلکہ فرق ہے اوروہ فرق یہ ہے کہ ثیب میں ولی کا حق کم ہے اور خود عورت ثیبہ کا حق زیادہ ہے۔یعنی نکاح کا کل معاملہ عورت ثیبہ کے اختیار میں ہے،لیکن ولی کو علم واطلاع ہوجانا ضرور ہے۔بخلاف بکر کے اس میں ولی کا حق زیادہ ہے۔اور عورت بکر کا حق کم ہے،یعنی نکاح کا کل معاملہ ولی کے متعلق ہے۔عورت بکر صرف علم واطلاع ہوجانا کافی ہے۔یہ اس صورت میں ہے کہ عورت اوراس کے ولی کے منشاء میں اختلاف نہ ہو،اور بصورت اختلاف ولی کو حق جبر نہیں ہے،نہ ثیب پر،نہ باکرہ پر،اورجب باکرہ کے نکاح میں حقیقت ولی کو ہے اوراس کا سب معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے تواگر ولی نے عقد نکاح بغیر استیذان اس کے کردیا تو عقیدہ صحیح ہوگیا۔رہا حکم استیذان اوور عورت کو اطلاع اس کی وہ بعد نکاح کے رخصتی کے یا خلوت کے وقت ہوہی جائے گی۔اس وقت اگر وہ ساکت رہی تو نکاح باقی رہے گا۔اوراگر وہ ساکت رہی تو نکاح باقی رہے گا'اور اگر انکار کیا تو نکاح فسخ ہوجائے گا،بخلاف ثیب کے کہ اگر اس نے اپنے اختیار سے نکاح کرلیا۔اورولی سے اذن نہیں لیا تو رخصتی یا خلوت کے وقت ممکن ہے کہ ولی کو اس کی اطلاع بھی نہ ہوتی تو اس صورت میں ولی کے اذن کا حکم بالکل مفقود ہوجائے گا جو انسداد فتنہ کی غرض سے امر ضروری قرار دیا گیا تھا۔

الحاصل ثیب کو اپنے نکاح کے معاملے میں ولی سے زیادہ حق ہے،مگر ولی کو علم وہوجانا ضرور ہے۔اور باکرہ کے نکاح میں اس کے ولی کو زیادہ حق ہے کہ دیانتہ سے نکاح کردینا لڑکی کے حق میں بہتر سمجھے کردے۔اورجب بالغہ باکرہ کے نکاح میں ولی کو زیادہ حق ہے تو نابالغہ کے حق میں ولی کو پورا حو بدرجہ اولی حاصل ہے۔مگر یہ ضرور ہے کہ لڑکی اس سے کارہ اورناخوش نہ ہو اور کراہت وناخوشی کا اعتبار لڑکی کو شعور وعلم واطلاع ہونے کے وقت سے ہے۔اگر لڑکی وقت نکاح کے بالغہ ہے اوراسی وقت اس کو علم واطلاع بھی ہوئی تو اسی وقت کی ناراضی وکراہت اس کی قابل اعتبار وسبب فسخ نکاح ہوگی۔اور وقت نکاح اگر وہ نابالغہ ہے توجب وہ بالغ ہو اوراس کو شعور ہو اور نکاح پر مطلع ہو،اس وقت اس کو اختیار ہوگا کہ نکاح باقی رکھے یا فسخ کردے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت مذکور بالا (لا تنکح الایم حتی تستامر ولا تنکح البکر حتی تستاذن) سے اگر یہ شبہ کیا جاوے کہ بغیر اذن بکر کے اس کا نکاح صحیح نہیں ہوتا ہے 'اور نابالغہ میں صلاحیت اذن کی نہیں ہے،اس لیے تاوقت بلوغ اس کا نکاح کردینا درست نہیں ہے۔تو یہ شبہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ بہت سے واقعات احادیث سے ایسے ثابت ہیں کہ عورت کا نکاح بغیر اذن بلکہ خلاف مرضی اس کے ولی نے کردیا 'اوراس نکاح کو رسول اللہ ﷺ نے باطل نہیں فرمایا بلکہ عورت کو نکاح رکھنے اور فسخ کرنے کا اختیار دے دیا ئما مر

پس مطلب حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا جو آیت قرآن مجید وجملہ روایات کے ملانے سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ بقائے نکاح اوراس کا نفاذ بغیر امرایم کے اور بغیر اذن بکر کے نہیں ہوسکتا،تواگر کسی باکرہ کا نکاح اس کے ولی نے بغیر اپنی مرضی کے کردیا اور وقت عقدع لڑکی کو اسکی اطلاع نہ ہوئی،یا اس سے اجازت نہیں لیا تو وہ عقد صحیح ہوگیا لیکن اس کے باقی رکھنے اور فسخ کرنے کا اختیار لڑکی کو حاصل ہے۔پس جب بالغہ باکرہ کا نکاح بغیر اس کے اذن اطلاع کے ولی کردے اور شرعاً وہ نکاح باطل وفاسد نہیں ہوتا ہے تو نابالغہ کا نکاح ولی کے کردینے سے بدرجہ اولیٰ فاسد وباطل نہیں ہوگا۔البتہ بعد بلوغ وعلم نکاح کے فسخ کا اختیار لڑکی کو ہے، کما ہو مذہب جماعۃ من الائمۃ 'وہو من حیث الدلیل۔واللہ اعلم بالصواب

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ مولانا شمس الحق عظیم آبادی

ص63

محدث فتویٰ